Lesson 3: Al-Kahf (Ayaat 19- 31): Day 12 سُوۡرَۃُ الکھف کی تفسیر

خوف کیا تھا؟ کہ اگر وہ تمہیں پکڑ لیں گے وہ کیا کرینگے؟

اِنَّهُمۡ اِنۡ يَّظۡهَرُوۡا عَلَيۡكُمۡ يَرۡجُمُوۡكُمۡ اَوۡ يُعِيۡدُوۡكُمۡ فِىۡ مِلَّتِهِمۡ وَلَنۡ تُفۡلِحُوۡۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾

اگر وہ تم پر دسترس پالیں گے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے یا پھر اپنے مذہب میں داخل کر لیں گے اور اس وقت تم کبھی فلاح نہیں پاؤ گے۔

يَّظۡهَرُوۡا مدد کرنا ہوتا ہے اور عَلَيۡكُمۡ مخالف کے معنوں میں آگیا۔

1۔ تو یہاں سے پتہ چلا کہ جن حالات میں یہ غار میں گئے تھے تو ان کے اوپر بھی نظر تھی۔ دشمن ان کو پکڑ کر رجم کرنا چاہتے تھے اور اس بستی میں سزا دینے کا طریقہ یہی تھا۔ دوسرا کام وہ یہ کریں گے اَوۡ يُعِيۡدُوۡكُمۡ فِىۡ مِلَّتِهِمۡ تمہیں اپنے دین میں واپس لے جائیں گے۔ مومن کا سب سے بڑا غم یہ ہوتا ہے کہ کہیں مجھے کوئی دوبارہ پچھلے لائف سٹائل پہ نہ بلا لے۔ ہدایت لینا آسان ہے، مانگنا آسان ہے لیکن اس کو سنبھالنا بڑا مشکل ہے۔ جتنی ہدایت زیادہ ہوتی جاتی ہے اتنا ہی انسان باشعور بھی زیادہ ہوتا ہے ۔محتاط بھی ہوتا ہے اور اس کو خوف آتا ہے کہ میں کہیں پچھلے لائف سٹائل پر نہ چلی جاؤں۔

یہ زندگی کی عموماً بات ہے کہ قرآن پڑھتے ہیں تو بہت عمل آتا ہے۔ دورۂ قرآن پڑھتے ہوئے جو ارادے، عہد باندھتے ہیں وہ اس کے ختم ہوتے ہی ٹوٹ جاتے ہیں۔ آج کے اس سبق میں پورے واقعے کا تھیم ہی ہدایت ہے۔ ہدایت سلیپری ہوتی ہے۔ کبھی کوئی ہاتھ پر سوفٹ چیز رکھیں تو وہ فوری پھسلے گی، اس کو بچانے کے لئے پھر اپنے ہاتھ کو فولڈ کرتے ہیں تو لہٰذا کھلے ہاتھوں کی ہدایت سلِپ

ہو جاتی ہے۔ ہدایت کو جمانے کے لئے اپنے ہاتھوں کو مضبوطی سے بند کرنا پڑتا ہے۔ ایک دفعہ ہدایت کا سرا آپ کے ہاتھ میں آگیا، پہلے تو مشکل ہی بہت ہے اس کے بھی دو مرحلے ہیں۔

1۔ ایک ہوتا ہے ہدایت ملنا یعنی آپ ہدایت ڈھونڈ رہے تھے۔

2۔ اور دوسرا ہے ملی ہوئی ہدایت کو قائم رکھنا۔

پہلے پوائنٹ کو دیکھیں اگر ہدایت نہیں ملی ہوتی تو یہ عید کے چاند کی طرح ہوتی ہے۔ عید کے چاند کے سب منتظر ہوتے ہیں۔ یہ چاند سب کو نظر نہیں آتا، صرف ان کو نظر آتا ہے جو خاص جگہ پر کھڑے ہوتے ہیں اور ایک خاص رخ کی طرف جو دیکھ رہے ہو اتنا بڑا آسمان ہے لیکن چاند ایک اینگل سے دیکھیں گے۔ اور پھر چاند کو دیکھنے کا ایک خاص وقت ہوتا ہے، مغرب سے عشاء کے بیچ میں، جس میں تھوڑی دیر کے لئے چاند ابھرتا ہے اور پھر پیچھے ہو جاتا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ پہلے دن کا چاند ہی بدر یعنی فل مون ہوتا اور آخر میں جا کے چاند چھوٹا ہو جاتا۔ لیکن یہ فطرت کا اصول نہیں ہے۔ اسی طرح شروع میں ہدایت عید کے چاند کی طرح باریک سے ہوتی ہے جو دکھتی بھی نہیں ہے اسی طرح ہمیں بھی نہیں پتہ چلتا کہ ہدایت کب ہماری زندگی میں آئے۔ مطلب ہدایت کو دیکھنے کے لئے ایک خاص مقام پر کھڑا ہونا پڑتا ہے اور وہ مقامِ بندگی ہے اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ، سب کو ہدایت نہیں ملتی۔ مکہ جانے کے باوجود، اور عمرہ اور حج کرنے کے باوجود بھی نہیں ملے گی۔ یہ صرف مقامِ بندگی پر ملے گی۔ پھر اسی طرح چاند کو دیکھنے کے لئے ایک خاص طرف دیکھنا پڑتا ہے اسی طرح ہدایت کو دیکھنے کے لئے "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ الحسنہ" وہ طرف محمد ﷺ ہیں۔ اس طرح چاند کو دیکھنے کا ایک خاص وقت ہوتا ہے، تو ہدایت کو دیکھنے کا وہ وقت اس دنیا میں موت کے غرغرے سے پہلے کا

وقت ہے۔جب فرشتے سامنے آجائیں،حالات سامنے نظر آنے شروع ہو جائیں پھر بات نہیں بنے گی ۔تو ہدایت جب شروع میں ہوتی ہے تو نظر ہی نہیں آتی۔کوئی کہتا یہ ہدایت ہے کوئی کہتا ہے یہ ہدایت نہیں ہے۔بالکل وہی جو عید کے چاند پر جھگڑے ہوتے ہیں کوئی کہتا ہے چاند دیکھ لیا کوئی کہتا ہے نہیں دیکھا۔تو ہدایت کے ساتھ بھی یہ سارے مراحل آتے ہیں۔بہت سارے لوگوں کا دل ہی نہیں مانتا کہ اس کو ہدایت مانیں۔جن لوگوں نے عید کی تیاری نہیں کی ہوتی ان کی خواہش ہوتی ہے کہ چاند تیس کا ہو۔اور جو لوگ روزے رکھ رکھ کر تھکے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں اٹھائیس کا ہی ہو۔

آج ہمارے ہدایت کے سفر کا بھی یہی حال ہے،جن لوگوں کو ہدایت کی طلب ہوتی ہے،اُنہی کو ملے گی ۔ہدایت کا تعلق طلب سے ہے۔طلب کرتے جائیں طلب بڑھتی جائے گی اور اسی طرح ہدایت بھی بڑھتی جائے گی۔ایسے راستے دیکھیں گے،جیسے پیچھے بات کی کہ طلب،کوشش اور استقامت،جنت پر نظریں لگا دیں اور اپنے آگے دیکھیں۔علم اور عمل والے لوگوں میں رہنے سے بھی ہدایت ملتی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی بتاتے ہیں کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ پر نظر لگا لیتے ہیں تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بہت ساری مدد ہوتی ہے۔تھوڑا سا اصحابِ کہف کی ہدایت کو بھی دیکھ لیں۔اصحاب کہف اب وہ لوگ تھے جنہوں نے گھر چھوڑا،مقصد پہ جمے اور کوشش کی،ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کر دی ۔طلب تھی تو کوشش ہوئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے استقامت کی توفیق دے دی۔

1۔تو پہلی چیز جو ان کے اندر نظر آتی ہے وہ ان کا جوش ہے۔کبھی ابلتے ہوئے پانی کا ابال دیکھیں جو سب سے اوپر تک آتا ہے۔پندرہ پارے پڑھنے کے بعد کیا ہمیں اپنے ایمان کا وہ جوش نظر آتا ہے ۔کتنے پارے پڑھنے کے بعد جوش وخروش جذبے اور وہ پلان ہونے چاہیے کہ جم کے بیٹھ جائیں

۔آئینوں میں چہرے کو دیکھا کریں اور پوچھا کریں کہ کیا میرے اندر جوش ہے تو جوش اور جذبات ضروری ہیں۔زندگی بھی اسی سے شروع ہوتی ہے۔اگر ماں باپ کے جذبات ساتھ نہ دیں تو کیا بچے کی زندگی وجود میں آئے۔جب تک جذبات نہ ہوں تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔لہٰذا اہم سب جذبے اور جوش پیدا کریں۔

2۔ایک اور بات جو اس واقعہ سے پتہ چلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ بندہ جما رہے، جب بندہ بھی یہی چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے۔یعنی جتنا ایمان ہو گا اتنی اللہ کی مدد آئے گی۔

3۔تیسری بات کہ اللہ کے راستے میں شکایت نہیں کرنی۔ مشکل آئے تو دعائیں کرنی ہیں۔

کوڈ ورڈ رکھ لیں کہ "شکوے کی جگہ دعائیں۔ شکایت کی جگہ پہ تعریف۔"

4۔چوتھی بات کہ جب انسان کفر، شرک اور نافرمانی سے الگ ہوتا ہے پھر حق کے لئے آواز بلند کرتا ہے۔ہماری آوازیں اسی لئے بلند نہیں ہوتیں کہ ہم حق کے لئے الگ نہیں ہوتے۔ہمارا معاشرہ اتنا ڈومینیٹنگ ہے کہ وہ ہمیں چاروں طرف سے دبا لیتا ہے۔اللہ کی مدد اسی وقت آتی ہے جب اللہ کے راستے میں مشکلات کو قبول کریں۔ دنیا میں مشکلات کو قبول کرنے والے کل جنت میں آسانی سے جائیں گے۔

5۔پانچویں بات کہ بظاہر بہت بڑی مشکل ہو، لیکن اللہ دل کو تھام لیتا ہے، وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ۔

6۔ چھٹی بات کہ جب یہ بادشاہ کے آگے بولے اور گھروں سے نکلے، پلین بنے اور کیریئر داؤ پر لگایا تو تکلیف ہوئی لیکن اللہ نے اتنا ہی غار میں آرام دے دیا۔ تو پتہ چلا کہ آج اگر اللہ کے لیے نیند، گھر بار اور خاندان کو چھوڑنا بھی پڑے کل اللہ تعالیٰ سب کچھ واپس کر دے گا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔

7۔ اگلی بات کے بڑے بڑے کام وہی کرے گا جس کو اللہ تھامے گا اور اللہ اسی کو تھامے گا جو سٹینڈ لے گا، ہمت نہ ہارے گا۔

8۔ ایک اور بات جو بڑی ہی خوبصورت ہے کہ یہ گھروں میں بڑے بڑے محلوں میں رہتے تھے کیونکہ یہ شاہی خاندان کے لڑکے تھے۔ وہ غار جہاں نیچے بوریا بھی نہ ہو، وہاں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کہا يَنشُرْ لَكُمْ رَبُّكُم مِّن رَّحْمَتِهِ تم پر اپنی رحمت ڈال دے گا۔ یہ کون سی رحمت ہے کہ نرم گدوں سے اٹھا کر ننگی زمین پر لٹا دینا۔ یہ وہ رحمت ہے جو ایک ایمان والے ماحول کو ایک ایسے ماحول جہاں گناہ، اللہ کی نافرمانیوں کے ساتھ خوش ہونے کے مواقع ہوں وہاں اس کے دل پر بوجھ ڈال دیتی ہے۔ بی بی آسیہ کی مثال سمجھ لیں۔ فرعون کی بیوی آسیہ وہ ایک محل میں رہتی تھی لیکن وہ محل اس کو کاٹ کھاتا تھا کیونکہ وہاں اللہ کی فرمانبرداری نہیں تھی۔ ایک ایمان والا بظاہر شاہانہ طرزِ زندگی بسر کرے، اس کے ہاتھ میں ہیرے موتی ہوں لیکن اگر وہ خدا فراموش ماحول ہے تو وہ عورت خوش نہیں رہے گی۔ اس کے برعکس ایک سادہ سا گھر، جس میں کوئی نرم گدے بھی نہیں لیکن ساتھی بڑا ہدایت والا ہے، جہاں اللہ کی فرمانبرداری ہے تو وہاں جیسے مزے کہیں نہیں ہو سکتے۔

اللہ کے نبیؐ کی زندگی کو پڑھ کر دیکھیں جو اللہ کے نبی کا اپنی بیویوں کے ساتھ تعلق اور رہن سہن تھا۔ آپؐ کا بڑا خوشگوار گھرانہ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں تکیے کا کور بھی نہ ہو لیکن اس کے باوجود اتنے خوش

تھے۔اس کے برعکس آج سجے سجائے گھر ہوتے ہیں لیکن دل اداس ہوتے ہیں۔اصل رحمت یہ ہے کہ انسان کو ایسا ماحول مل جائے کہ جس میں وہ اللہ تعالیٰ کے کاموں کو کر سکے۔تو اُن کو دھڑکا یہ تھا کہ ہماری یہ نعمت چھین نہ جائے۔جب اصحابِ کہف نیند سے اٹھے تو ان کو فکر اس بات کی تھی اَوۡ يُعِيۡدُوۡكُمۡ فِىۡ مِلَّتِهِمۡ ان کو اپنی جان کا فکر نہیں تھا، بلکہ فکر اس بات کی تھی کہ کہیں ہمیں پچھلی زندگی میں نہ لے جائیں۔تو عمل کی بات یہی ہے کہ ان کو چونکہ ایمان پیارا تھا، تو جو چیز پیاری ہوتی ہے تو ان کو اپنے ایمان کے چھننے کی فکر تھی۔اللہ کے راستے کے غم بھی پیارے ہوتے ہیں، جب اللہ سے پیار ہوتا ہے۔

9۔اگلی چیز اصحابِ کہف میں نظر آتی ہے وَلَنۡ تُفۡلِحُوۡۤا اِذًا اَبَدًا اور اگر ایسا ہو گیا تب تو تم کبھی بھی فلاح نہیں پاؤ گے۔جس سے پتہ چلا کہ ایمان کا سودا کر کے آئی ہوئی ہدایت کو چھوڑ کر کبھی کوئی فلاح نہیں پا سکتا۔

پچھلی بات کے جب ہدایت کا سفر شروع ہوتا ہے تو عید کے چاند کی طرح نظر آتا ہے جب ہدایت مل جاتی ہے تو یہ سلیپری ہو جاتی ہے۔اس کو تھامے رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے اور اس کے لئے انسان کو برے ماحول سے ذہنی طور پر کٹنا پڑتا ہے۔اگرچہ وہ ظاہری طور پر نہیں کٹ سکے۔ایسے لوگ جب اچھے دوستوں کی کمپنی میں آتے ہیں تو ان کو پھر ہدایت سے اور بھی فائدہ ہوتا ہے۔

ساری ہدایات دے دیں، نرمی کرنا، کسی کو بتانا نہ۔لیکن ہوا وہی جس کا ڈر تھا۔

وَكَذٰلِكَ اَعۡثَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ لِيَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا ۚ اِذۡ يَتَنَازَعُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ اَمۡرَهُمۡ فَقَالُوۡا ابۡنُوۡا عَلَيۡهِمۡ بُنۡيَانًا ؕ رَبُّهُمۡ اَعۡلَمُ بِهِمۡ ؕ قَالَ الَّذِيۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰۤى اَمۡرِهِمۡ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيۡهِمۡ مَّسۡجِدًا ﴿۲۱﴾

اور اسی طرح ہم نے (لوگوں کو) ان (کے حال) سے خبردار کردیا تاکہ وہ جانیں کہ خدا کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت (جس کا وعدہ کیا جاتا ہے) اس میں کچھ شک نہیں۔ اس وقت لوگ ان کے بارے میں باہم جھگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ ان (کے غار) پر عمارت بنادو۔ ان کا پروردگار ان (کے حال) سے خوب واقف ہے۔ جو لوگ ان کے معاملے میں غلبہ رکھتے تھے وہ کہنے لگے کہ ہم ان (کے غار) پر مسجد بنائیں گے۔

یہ سب کیسے ہوا جب ان کا ساتھی کھانا لینے کی نیت سے باہر گیا، اس وقت کیا ہوا، کپڑے جو تین سو سال پرانے تھے اور کرنسی بھی جو تین سو سال پرانی تھی۔ وقت بدل گیا ملک بدل گیا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ آج کے دور کا شخص نہیں ہے۔ انہوں نے تفتیش کی اور پوچھا تو سارا راز کھل گیا۔ پتہ چلا کہ یہ تو تین سو سال پہلے کا قصہ ہے۔ واقعہ اتنا معروف تھا کہ تین سو سال گزر چکنے کے باوجود بھی لوگوں کو پتہ تھا کہ بادشاہ کے ڈر سے اس شہر سے کچھ لوگ چلے گئے تھے۔ لوگوں نے ان کو ڈھونڈنے کی بڑی کوشش کی لیکن ان کا سراغ نہ ملا۔ ہوا یہ کہ لوگوں نے ان کا قصہ ایک تختی پہ ریکارڈ کے لئے لکھ لیا اور اس کو شاہی خزانے میں محفوظ کر دیا۔ اس کو ہماری زبان میں کہتے ہیں لوک داستانیں۔ تو لہٰذا یہ سارے قصے لوگوں میں مشہور تھے اب جب یہ سارا قصہ سامنے آیا تو لوگوں نے شاہی خزانے سے وہ تختی نکال لی، معلومات لیں تو سب کو پتہ چل گیا کہ یہ وہی لوگ ہیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کچھ چاہتا ہے تو کوئی کام ہو جاتا ہے۔

لفظ عَثَرْنَا ع، ث، ر، اس کا روٹ ہے۔ اس کا لفظی معنی ہے گرنا، بغیر ارادے کے پھسلنا۔ یہی لفظ سورۃ مائدہ میں ہم نے پڑھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی خبر دے دی۔ اس طرح وہ لوگ نکلے اور پھر ان کا سونا اور اب ان کا اٹھنا ایک ایک قدم لوگوں کے لیے عبرت بنا دیا۔ وہ لوگ بہت خوش قسمت ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ چلتی پھرتی کتاب بنا دیتا ہے۔ سورۃ فرقان میں ایک دعا ہے وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ اللہ تعالی مجھے امام بخاری کا استاد بنا، ایسے سٹوڈنٹ دے جیسے امام بخاری تھے۔ بڑی غیر معمولی بات لگتی ہے، لہٰذا اللہ تعالی اخلاص کے ساتھ کی ہوئی نیکیوں کا نسل در نسل تک اثر رکھتا ہے۔

پہلے پارے میں ایک باپ بیٹے کی کہانی پڑھی تھی حضرت ابراہیمؑ کی، اللہ تعالیٰ قدموں کے نشانوں کو بھی سنبھال لیتا ہے یعنی مقام ابراہیم، کیسے اللہ نے براھیمؑ کے قدموں کے نشان سنبھال لیے۔ تو اخلاص کے ساتھ کی ہوئی قربانیاں رنگ لاتی ہیں، چاہے ان کی زندگی کے بعد لائیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے دور کے عالی پایہ کی شخصیت تھے لیکن اپنے ہی دور میں لوگوں کے حسد کا شکار ہو گئے۔ آج اگر امام بخاری ہوتے تو ہو سکتا ہے لوگ ان سے اتنا فائدہ نہ لیتے، جتنا اب ان کی لکھی ہوئی کتابوں سے لیتے ہیں۔ یہ لوگوں کی ناقدری ہوتی ہے۔ ہر دور میں حق اور استقامت کے راستے پر چلنے والوں کی آزمائشیں ضرور ہوتی ہیں۔ اس کے بعد یہ لوگ طبعی موت مر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا زندہ نہیں رکھنا تھا صرف لوگوں کو دکھانا تھا اس کے بعد لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ پہلی بات تا کہ وہ جان لیں اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا کہ قیامت کے بارے میں کوئی

شق نہیں ہے۔ تو یہاں اللہ کے سچے وعدے سے مراد ہے "استقامت والوں کی مدد"۔ جو اللہ کے راستے میں نکلتے ہیں اللہ ان کو تنہا نہیں چھوڑتا۔ کیا ہم اتنے ناقدرے ہیں کہ کوئی ہمارے لئے رات جاگے، یا ہمیں کھانا بنا کے بھیجے اور ہم اس کی قدر نہ کریں۔۔ اور اللہ کی ذات جو قادر، شاکر اور شکور ہے جو رحمان اور رحیم ہے کیا وہ ذات بندے کی ناقدری کرے گی۔ یہ تو ان لوگوں کے ساتھ قیامت کے دن بہت بڑا ظلم ہو جائے گا، جنہوں نے زندگی کے مزے پیچھے کر کے اللہ کے کاموں کو پکڑ لیا۔ تو اللہ کے لئے زندگی لگانا یہ خوش قسمت لوگوں کی بات ہوتی ہے۔

اب یہاں سے ایک اُداس کرنے والی بات کہ وہ لوگ جنہوں نے ہدایت کے سفر اختیار کیے، قربانیاں دیں اور استقامت کا پہاڑ بنے، لوگوں نے بعد میں ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا، لوگ ان کی ذات سے فائدہ لینے کے بجائے ان کو دوسری طرف لے جاتے ہیں إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ جب بستی والے ان کے معاملے میں جھگڑ رہے تھے۔ اور یہ ان کا جھگڑا ان کے انتقال کے بعد کا تھا۔ ان کا جھگڑا یہ تھا فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا یعنی ان کے لیے یادگار بنا دو رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ ان کا رب ان سے زیادہ بہتر واقف ہے۔ یہ کچھ لوگوں کی رائے تھی، کچھ لوگوں کی رائے یہ بھی تھی قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا۔۔ کہا یہ لوگ وفات پا گئے ہیں، کیا معاملہ کیا جائے کہ ان کے مزار پر ایک مسجد بنا دی جائے۔

ابنِ عباس کہتے ہیں کہ یہ جھگڑا آیت کے اگلے حصے میں ہے لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا یعنی مسجد بنانے کی بات۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ بعث بعد الموت یعنی قیامت آنی ہے یا نہیں اور اس کے بعد لوگ اٹھائیں جائیں گے یا نہیں، اس پہ لوگ جھگڑے کر رہے تھے۔ تیسری تفسیر یہ ہے جو بات آیت 22

میں آرہی ہے کہ وہ لوگ کتنے تھے اس پہ جھگڑا ہو رہا تھا۔ ساری بات کو جمع کریں تو مسجد کے ناطے سے دو باتیں نظر آتی ہیں۔

مفسرین کہتے ہیں کہ ان کے بعد کے لوگ اس بات میں اختلاف کر رہے تھے کہ مسجد بنائیں۔ تو یہاں مسجد کا ایک معنی وہی ہے جو ہماری اصطلاح میں ہے یعنی اللہ کی یاد، جو مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں مسجد پوزیٹو معنوں میں ہے کہ جس اللہ کے نام پر انہوں نے اپنی زندگیاں لگائیں، تو لوگوں نے ان کی موت کے بعد ان کے مشن کو قائم رکھنے کے لئے وہاں مسجد تعمیر کی، لا الہ الا اللہ، یہ بہت اچھی بات ہے۔ یعنی ان کا مشن ان کے مرنے کے بعد پورا ہوا۔ یعنی زندگی میں وہ کوشش کر گئے لیکن اثر بعد میں ہوا۔ دوسرا اینگل اس کا اُلٹ ہے کہ مسجد سے سے مراد دربار اور مقبرے ہیں۔ مسجد بمعنی مقبرہ۔ کہ لوگوں نے انہی کی ذات کو بڑا سمجھ کر ان ہی کے نام پر ایک مقبرہ تعمیر کر دیا اور پھر شرک کا شکار ہو گے۔

مسجدوں پر قبریں بنانے کا کیا حکم ہے۔ بہت معروف مسئلہ ہے اور بعض لوگ اس کی دلیل میں نبیؐ کی مسجد نبوی میں آپؐ کی قبر کو لاتے ہیں۔ جب ان کو کہا جاتا ہے کہ مسجد قبروں پر نہیں بن سکتی تو وہ کہتے ہیں کہ نبیؐ کی قبر مسجد نبوی میں کیوں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا کہے تو یہ انتہائی ناسمجھی کی بات ہے۔ ایک ہے کہ پہلے کوئی عام جگہ پر قبر تھی۔ تھی لوگوں نے اس پر دربار بنا دیے اور وہ اب وہاں میلے لگائے جاتے ہیں۔ اسلام اس کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔ اللہ کے نبیؐ نے بڑی سختی سے اس سے منع کیا۔

حدیث مبارکہ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ بعض ازواج مطہرات نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ انہوں نے حبشہ میں ایک ماریہ نام کا کلیسا دیکھا، جو یہودیوں کے نام کی ایک عبادت گاہ ہے جس میں بہت سارے بت تھے، تو آپؐ نے فرمایا کہ جب ان میں سے کوئی صالح مرد مر جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے۔ ایسے لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔ صحیح مسلم کتاب الصلوۃ

۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ تھوڑے سے فرق کے ساتھ اسی حدیث کو بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں اُمِ سلمہ اور اُمِ حبیبہ نے آپؐ سے ایک گرجے کا ذکر کیا، جسے انھوں نے ملک حبشہ میں دیکھا تھا جس میں مورتیاں تھیں، تو آپؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا اصول یہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی صالح مرد مر جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنالیتے اور اس میں مورتیاں رکھ لیتے تو قیامت کے دن اللہ کے نزدیک یہ لوگ سب مخلوق سے زیادہ بدتر ہوں گے۔ بخاری کی روایت ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرض میں جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تندرست ہو کر نہیں اٹھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود پر اللہ لعنت کریں انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں یا سجدہ گاہ بنالیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مرجع خاص وعام کردی جاتی، یعنی عام آنے جانے کی جگہ۔ (صحیح بخاری)

مسجد نبوی پہلے سے تھی اور جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک ہے وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حجرے تھے۔ جب مدینہ میں حالات سازگار ہوگئے، جب آسودگی

ہوئی تو پھر اللہ کے نبیؐ کی ازواج کے لیے مسجد نبوی میں گھر بنے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے حجرے میں ہی وفات پاتے ہیں۔ اور نبیوں کے لئے اللہ کی سنت ہے کہ وہ جہاں فوت ہوتے ہیں ان کو وہیں دفن کرنا ہوتا ہے۔ تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ عائشہ میں دفن ہیں۔ پہلے مسجِد نبوی بہت چھوٹی تھی۔ اگر مسجدِ نبوی کی پرانی تصویریں دیکھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مسجد نبوی کی حد سے باہر ہے یہ چھوٹی سی مسجد ہوتی تھی، تو بہر حال قبر پر مسجد نہیں ہے بلکہ یہ پہلے سے وہاں موجود تھی۔

اور اگر آج بھی کوئی یہ کہے کہ میں اللہ کے نبی کے روضے کی زیارت کے لئے جارہاہوں تو یہ شرک ہو جائے گا۔ کیونکہ قبروں کی زیارت کے لئے اس سوچ سے جاناکے وہاں کچھ برکت اور فیض لیں تو یہ شرک بن جائے گا۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسجد نبوی میں نماز کے لئے جا رہی ہوں۔

کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین مسجدیں ایسی ہیں جہاں عبادت کے لئے جانا یعنی سفر کرنا جائز ہے بیت اللہ، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک حضرت عائشہ کے گھر میں تھی اور اس کی صورت یہ تھی کے پیچھے قبر اور اس سے آگے حضرت عائشہ صدیقہ کی رہائش اور اس کے آگے بیرونی دروازہ تھا اور قبر تک سوائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہ کے اور دوسرے رشتوں کے علاوہ کوئی اور جا ہی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ قبر کے پیچھے پھر دیوار تھی۔ اسی بنا پر حضرت عائشہ صدیقہ یہ فرمارہی ہیں کہ اگر آپ کی قبر کے بارے میں یہ خطرہ نہ ہوتا کہ کچھ عرصہ گذرنے کے بعد لوگ آپ کی قبر کو سجدہ کرنے لگیں گے تو زیارت کی غرض سے پچھلی دیوار کھول دی جاتی۔ لہذا ایسی چیزوں کو نہیں کرنا۔

حضرت عائشہ صدیقہ اور ابنِ عباس دونوں سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری آ پڑی اور جب وفات کی علامتیں ظاہر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چہرہ چادر سے ڈھانپ لیتے اور جب بیزاری بڑھتی تو چادر کو چہرے سے ہٹالیتے اور یوں فرماتے کہ اللہ تعالیٰ یہود ونصاری پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد یا سجدہ گاہ بنالیا۔(صحیح بخاری)

آپؐ اس قول سے ہمیں یہود ونصاریٰ جیسے عمل سے ڈراتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو موت کے بستر پر بھی لوگوں کی اصلاح کی فکر تھی۔ صحیح مسلم کی روایت میں نبیوں کے ساتھ ولیوں کی قبروں کا بھی ذکر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن لو تم سے پہلے کے لوگوں نے اپنے نبیوں اور ولیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا، خبردار تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنالینا میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔

پھر بھی ہمارے ملکوں میں اتنی قبریں، درگاہیں ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام روئے زمین نماز پڑھنے کے قابل ہے۔ ہر جگہ نماز پڑھ سکتے ہیں جب نماز کا وقت ہو سوائے قبرستان اور حمّام کے۔(ابوداود)

قبرستان اور واش روم میں نماز نہیں پڑھ سکتے کیونکہ قبرستان میں شرک کا ڈر ہے یہ قبر والے کے لئے پڑھ رہے ہیں اور واش روم گندی جگہ ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قبر کو عید یعنی عرس یا میلہ نہ بنانا، جہاں کہیں تم ہو وہی سے درُود پڑھ لیا کرو تمہارا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے (نسائی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی یا اللہ میری قبر کو وثن یعنی آستانہ نہ بنانا، کہ لوگ آکر پوجا کرنے لگیں۔ (امام مالک)

تولہذا درگاہیں، قبروں پر مساجد، عرس، میلے وغیرہ لگانا، وہاں پر جنت کے دروازے بنادینا، عطر کی بارش گلاب سے اس کو دھونا، یہ سب اسلامی مزاج نہیں ہے۔

دعا؛ اللہ آج ہماری اُمت کے شرک کو ختم کر دے۔

ایک روایت میں فرمایا "میری قبر کو عید گاہ نہ بنالینا (یعنی میلے کی جگہ)۔ تم جہاں کہیں بھی ہو دُرود پڑھ لیا کرو۔ تمہارا دُرود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے'۔ نسائی

پھر آپ نے دُعا بھی کی تھی کہ 'یا اللہ میری قبر کو آستانہ نہ بنا دینا" تا کہ لوگ عبادت نہ کرنے لگ جائیں۔۔مالک

لھٰذا مقبرہ، درگاہ، آستانہ، دربار بنانا اسلام میں جائز نہیں ہے۔ کسی کو مشکل کشا کہنا جائز نہیں ہے۔ کسی کی قبر کو عرقِ گلاب سے دھونا، پھولوں کی چادریں ڈالنا، لنگر کھولنا، بہشتی دروازے بنانا اسلامی مزاج نہیں ہے۔ یہ شرک ہو گا۔

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اُمّت کو ہر طرح کے شرک سے محفوظ فرمادے۔ آمین